ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا — غلام احمد قادیانی

نمبر ۸۳۵ رجسٹرڈ ایل

تار کا پتہ "الفضل" قادیان

THE ALFAZL
QADIAN

اخبار الفضل قادیان — ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی — ششماہی — سہ ماہی — بیرون ہند

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے ۱۹۱۳ء میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

جلد (۱۲) — نمبر (۱۳) — مورخہ ۹ اگست ۱۹۲۴ء — یوم شنبہ — مطابق ۷ محرم ۱۳۴۳ھ

نظم

اوّل بہ آخر نسبتے دارد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ و حضرت فضل عمر خلیفہ ثانی ایدہ اللہ میں مشابہت

(از جناب مولوی محمد احمد صاحب بی اے ـ ایل ایل بی وکیل کپورتھلہ)

(۱)

ایک دن کا ذکر ہے حضرت عمرؓ — تھے سوارِ اُشترِ صحرا گذر
اتفاقاً تازیانہ جو گرا — خود اُٹھایا ہاتھ سے نیچے اُتر
بسکہ ہے اسلام میں منع سوال — پاسِ خودداری یہ تھا پیشِ نظر
سطوت و جبروت کا عالم یہ تھا — سلطنت خاور سے تھی تا باختر
افسرِ شاہی تھا گو زیبِ جبیں — سادگی تھی طرۂ زیبندہ تر
تھی امیری اور فقیری ایک جا — ہوتی تھی گنجِ قناعت پر بسر
"اَیُّ عَبْدٍ اَعْبُدُ مِنّیْ" یہ تھا — قولِ پاکِ سیّدؓ والا گہر

مدینۃ المسیح

(۱) حضرت ام المؤمنین بخیریت ہیں (۲) حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے تینوں گھروں میں خیریت ہے۔ صرف امۃ العزیز بعارضہ بخار علیل ہے (۳) میاں شریف احمد صاحب کے گھر میں خیریت ہے (۴) نواب صاحب اور میاں عبداللہ خان صاحب کے اہل و عیال میں خیریت ہے۔ منصورہ بیگم اب آگے سے اچھی ہے (۵) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا لڑکا مظفر احمد بدستور بیمار ہے۔ احباب عا فرمائیں (۶) حضرت خلیفہ اولؓ کے گھر میں سب خیریت ہے۔ پانچ تاریخ کو مولوی عبدالسلام صاحب کے لڑکے کا عقیقہ ہوا (۷) جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب شہادت سے واپس تشریف لے آئے ہیں (۸) میر محمد اسحٰق صاحب کی طبیعت کچھ ناساز ہے (۹) حضرت خلیفۃ المسیح کے تمام ہمراہیوں کے گھروں میں خیریت ہے (۱۰) قادیان میں بارشیں اچھی ہو گئی ہیں۔ اور قصبہ کے چاروں طرف بہت پانی جمع ہو گیا ہے (۱۱) برادر محمد امین خان صاحب مجاہد بخارا کے ہاں فرزند پیدا ہوا۔ خدا تعالیٰ مبارک کرے۔ (۱۲) جماعت احمدیہ کراچی کے جلسہ کے لئے جو ۱۴-۱۵-۱۶ اگست کو ہوگا جناب مفتی محمد صادق صاحب ۱۱ اگست کو قادیان سے روانہ ہونگے اور ۱۲ اگست کی صبح کو لاہور سے کراچی میل میں سوار ہونگے انشاء اللہ

”خود فرود آ از شترُ مثل عمرؓ“
”الحذر از منت غیر الحذر“

(۲)

عازمِ یُورپ ہوئے فضلِ عمر — باندھا اپنے ہات سے رختِ سفر
سرو قد موجود تھے صد ہا غلام — جان و دل حاضر۔ اگر اُٹھتی نظر
خادموں کو خاکساری کا سبق — تھا زبانِ حال سے دینا مگر
خاکساری جوہرِ اہلِ کمال — خاکساری اسوۂ خیر البشرؐ
یہ فقیری اور امیر المؤمنین — پانی پانی ہے مرا قلب و جگر
مال و جان و دل ہوں جسکے دستِ ہیچ — قرض لے کر ہو مہیا ئے سفر

منہمک مضمُون نگاری میں ہوئے — تھے رواں دست و قلم شام و سحر
بے خودی کا بن گئے مضمون خود — اپنی ہستی کی نہ تھی کوئی خبر
”کون ہے مجھ سے نکما آدمی“ — ہے یہ فرمانِ شہِ عالی نظر
کہتے ہیں مسند خلافت کی جسے — آسماں کی جُھک پڑے اُس سے کمر
داعیٔ اسلام اُس کا نام ہے — طے کرے جو کوہ و صحرا بحر و بر

رختِ خود می بند چوں فضلِ عمر
پے سپر کن خاور و ہم باختر

حضرت خلیفۃ المسیح کے محض خدمتِ اسلام کیلئے پُر ایثار سفرِ ولایت کے متعلّق ”پیغامِ صلح“ کے کمینہ حملوں پر جماعت ہائے احمدیہ کی طرف سے اظہار ملامت و نفرت

جماعت احمدیہ قادیان کی آواز

۵ر اگست ۱۹۲۴ء بعد نماز عصر مسجد اقصیٰ میں قادیان کی لوکل انجمن احمدیہ کا ایک عام اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں پیغام صلح کے ان مضامین کے متعلق جو اس میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفر یورپ کے خلاف شائع ہوئے ہیں۔ حسب ذیل ریزولیوشنز باتفاق رائے پاس کئے گئے۔

(۱) جیسا کہ ہمارے بھائیوں نے راولپنڈی سے پیغام صلح کے کمینہ حملوں پر جو اس نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کے سفر یورپ کے متعلق کئے ہیں۔ صدائے نفرین بلند کرتے ہوئے تمام جماعت ہائے احمدیہ سے ان کے ساتھ ہم نوا ہونے کا مطالبہ بذریعہ تار اپنے ریزولیوشن نمبر ۱ مندرجہ الفضل مورخہ ۵ر اگست ۱۹۲۴ء میں کیا ہے۔ ہم بھی ان کے ساتھ بالاتفاق اپنی دلی نفرت کا اظہار کرنے میں شریک ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ افسوس ہے ایسی مخالفت پر جس کا مرتکب اسلام کے ان مصیبت کے دنوں میں کوئی نہیں ہو سکتا۔ مگر وہی جو حسد اور بغض جیسے مشئوم اخلاق سے متصف ہو۔ ”پیغام صلح“ جس کا نام حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ نے پیغام جنگ رکھا تھا۔ اور جس کی بنیاد ہمارے سید و مولیٰ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیس سالہ محنت و مشقت سے تیار کردہ جماعت میں پھوٹ ڈالنے اور آنحضور کی تمام مقدس کوششوں پر پانی پھیرنے کے لئے رکھی گئی تھی اور جو ہر ناجائز ذریعہ سے دس سال سے متواتر کوشش کر رہا ہے۔ کہ کسی طرح وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہو۔ آج جبکہ اولو العزم حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے آقا کے نامدار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں کو پورا کرنے کے لئے ممالکِ عیسویہ میں کامیابی کے راستے تلاش کرنے کے لئے نکلے ہیں۔ تو پیغام نے اپنی دیرینہ نیش زنی کی عادت کے مطابق اپنے کینہ کے زہر کو اُگلنا شروع کیا۔ اور چاہا کہ جماعت احمدیہ کسی طرح اپنے زہر سے متاثر کرے۔ مگر اسے یاد رہے۔ کہ خدا تعالیٰ کے فضل و رحم کے ساتھ اس کا یہ زہر اس کے اپنے لئے ہی ہلاکت کا موجب ہوگا۔ اور ہم اس سے محفوظ رہینگے۔

(۲) ایسا ہی جیسا کہ ریزولیوشن نمبر ۲ میں ہمارے بھائیوں نے راولپنڈی سے تجویز کیا ہے۔ ہم بھی پورے طور سے اس سے اتفاق کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اپنی درخواست کو اپنے برگزیدہ امام حضرت خلیفۃ المسیح علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں کہ حضور کے سفر اخراجات ہمارے ان مالوں سے ہوں۔ جو ہمارے نہیں بلکہ خود حضور کے ہیں۔ اگر ہم افراد جماعت احمدیہ قادیان کو اس صدائے نفرین کے اٹھانے میں سبقت حاصل نہیں ہوئی۔ تو کم از کم اس بات میں ہمیں شرف قبولیت بخشا جائے۔ کہ حضور کے اخراجات ہم خوشی سے برداشت کریں۔

(۳) مولوی محمد علی صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے سفر یورپ پر ایک مضمون اپنے قلم سے پیغام صلح مورخہ ۳ر اگست میں چھپوا کر ایک دفعہ اور اس بغض و حسد کا ثبوت دیا ہے۔ جو انہیں خلیفۃ المسیح ثانی کے وجود باجود کے ساتھ ہے۔ جماعت احمدیہ قادیان جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُرانے صحابی بھی شامل ہیں۔ اپنے ذاتی علم کی بناء پر اعلان کرتی ہے کہ مولوی محمد علی کے اعتراضات غیر معقول۔ بیہودہ اور حاسدانہ ہیں۔ یہ سفر اختیار کرنے میں کسی قسم کا اسراف نہیں کیا گیا۔ اور جو رفقاء حضور کے ہمراہ گئے ہیں۔ وہ سب کثرت رائے سے ضروری مقاصد کے پورا کرنے کے لئے منتخب کئے گئے۔ اگر فنڈ میں زائد گنجائش ہوتی۔ تو ہماری رائے میں جو لوگ منتخب ہو کر گئے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض اصحاب کا جانا ضروری تھا۔ حضور نے کبھی اسراف کو جائز نہیں رکھا۔ اور حضور

(بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ)

الفضل

یوم شنبہ - قادیان دار الامان - ۹ راگست ۱۹۲۴ء

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ❖ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَالنَّـــاصِرُ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا خط جماعت احمدیہ کے نام

آقا کی اپنے خدام سے راز و نیاز کی باتیں

آدھی ملاقات کا لطف اُٹھانے کا اشتیاق

اپنے آپ کو پاک و صاف رکھو تا قدوس خدا تمہارے ذریعہ اپنا قدس ظاہر کرے

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ مختصر سا خط جو حضور نے رات کی نہایت گہری تاریکی میں اور سمندر کی متلاطم موجوں پر بیٹھ کر اپنے خدام کی طرف لکھا ہے سمندر سے بھی زیادہ پر جوش جذبات قلب کی لہریں اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے محبت اور اُلفت کی اتنی اتنی بڑی موج اٹھتی ہے۔ جو مخاطبین کو نہایت عمدگی سے اپنے اندر چھپا لینے کے لئے کافی ہے۔ اس محبت اس الفت اس جذب اور اس اشتیاق پر جو فوارے کی طرح پھوٹ پھوٹ کر بہ رہا ہے۔ جماعت احمدیہ جس قدر بھی تشکر و امتنان کا اظہار کرے کم ہے اس کے بدلے میں ہماری طرف سے کچھ پیش ہونا تو الگ رہا۔ یہ خیال بھی نہیں آسکتا۔ کہ ہم کچھ پیش کر بھی سکتے ہیں۔ ہاں خدا تعالیٰ کے حضور نہایت خشوع و خضوع سے یہ عرض کر سکتے ہیں۔ کہ جس طرح اس نے اپنے فضل و کرم سے اس قدر محبت کرنیوالا۔ اس قدر جدائی کا صدمہ محسوس کرنے والا۔ اس قدر پیار اور الفت رکھنے والا ہادی اور امام عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح اپنے ہی کرم سے اس سفر میں اس کا محافظ اور نگہبان ہو۔ اسے ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائے۔ اور بخیر و عافیت واپس لا کر اس کے دیدار سے ہماری آنکھوں کو منور اور ہمارے قلوب کو مطمئن کرے۔ آمین ثم آمین ؛

اُمید ہے احباب حضور کی صحت و سلامتی اور کامیاب واپسی کے لئے باقاعدہ دعائیں کرتے ہونگے۔ اس بارے میں قطعاً سُستی نہیں ہونی چاہیئے۔ جس دل میں ہماری ایسی اُلفت اور اس قدر محبت موجزن ہے۔ جو حسب ذیل خط سے ظاہر ہے۔ اس کے لئے تو قلوب کو خود بخود آستانہ قدس پر جھک جانا چاہیئے۔ اور اس وقت تک جھکے رہنا چاہیئے۔ جب تک گوہر مراد حاصل نہ ہو جائے

(ایڈیٹر)

علی الصباح کہ مردم بہ کاروبار روند
بلاکشانِ محبت بہ کوئے یار روند

آج جہاز عدن کے قریب ہو رہا ہے۔ صبح چار بجے خشکی پر جہاز لنگیگا۔ طوفان کے علاقہ سے جہاز خدا کے فضل سے نکل آیا ہے۔ اور اب ہموار پانیوں میں چل رہا ہے۔ مسافر جو کئی دنوں سے کمروں میں بند تھے۔ اب باہر نکلکر سیر کر رہے ہیں۔ اور خوشگوار ہوا اور عمدہ موسم کے لطف اُٹھا رہے ہیں۔ کچھ تو تاش میں مشغول ہیں۔ جس کے ساتھ جوئے کا شغل بھی ہے۔ کچھ شراب کے گلاس اڑا رہے ہیں۔ کچھ صحن میں بچھونے لاتیں پھیلا کر ہوا کھا رہے ہیں۔ کئی سو بھی گئے ہیں۔ رات کا وقت ہے۔ اور رات بھی خاصی گذر گئی ہے۔ مجھے لوگ کہتے ہیں۔ کل رات آپ کم سوئے تھے۔ اب سو جایئے۔ مگر عدن قریب آرہا ہے۔ اور جہاز وہاں تھوڑی دیر ٹھہریگا اگر میں اس وقت اپنا قلم رکھ دیتا ہوں۔ تو پھر مجھے عدن کے بعد ہی کچھ لکھنے کا موقع ملیگا۔ اس لئے میں ان دوستوں کی نصیحت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے یہی کہتا ہوں۔ کہ خط نصف ملاقات ہوتی ہے میں خدا کی مشیت کے ماتحت اپنے دوستوں کی پوری ملاقات سے تو ایک وقت تک محروم ہوں۔ پس مجھے آدھی ملاقات کا تو لطف اُٹھانے دو۔ مجھے چھوڑ دو۔ کہ میں خیالات و افکار کے پر لگا کر کاغذ کی ناؤ پر سوار ہو کر اس مقدس سرزمین میں پہنچوں جس سے میرا جسم بنا ہے۔ اور جس میں میرا ہادی اور رہنما مدفون ہے۔ اور جہاں میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی راحت۔ دوستوں کی جماعت رہتی ہے۔ ہاں پیشتر اسکے کہ ہندوستان کی ڈاک کا وقت نکل جائے۔ مجھے اپنے دوستوں کے نام ایک خط لکھنے دو تا میری آدھی ملاقات سے محروم نہ رہوں۔ اور میرے خیالات تھوڑی دیر کے لئے خالص اسی سرزمین کی طرف پرواز کر کے مجھے دیار محبوب سے قریب کر دیں لوگوں کو آرام کرنے دو۔ کھیلنے دو۔ شراب پینے دو۔ میری کھیل اپنے آقا کی خدمت ہے۔ اور میری شراب اپنے مالک کی محبت ہے۔ اور میرا آرام اپنے دوستوں کا قرب ہے۔ خواہ خیال سے ہی کیوں نہ ہو ؛

کہتے ہیں کہ کسی چیز کی قدر اس کے کھوئے جانے سے ہی ہوتی ہے میں نے اس سفر میں یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ دوست جو پہلے اس خیال کے اثر کے نیچے کہ ادھر میں ولایت گیا اور ادھر یورپ فتح ہوا۔ اصرار کر رہے تھے۔ کہ ضرور میں خود ولایت جاؤں۔ اور اس فتح کے دن کو ان کے قریب کر دوں۔ جس دن کہ میں روانہ ہو رہا تھا۔ ماہی بے آب کی طرح بے تاب ہو رہے تھے۔ اور کئی افسوس کر رہے تھے۔ کہ ہم نے جانے کا مشورہ کیوں دیا۔ میں بھی جس نے باوجود اس امر کے علم کے کہ موسم سخت ہے۔ اور طوفان کے دن ہیں۔ ارادہ کر لیا تھا کہ اس موقع پر ضرور مغرب کا سفر کروں۔ اور اسلام کی اشاعت کی سکیم تجویز کروں دل میں محسوس کرتا تھا۔ کہ جدائی کا ارادہ کر لینا تو آسان ہے۔ مگر جدا ہونا خواہ چند دن کے لئے ہی ہو۔ سخت مشکل ہے۔ آہ! وہ اپنے دوستوں سے رخصت ہونا۔ ان دوستوں سے جن سے بلکہ جنہوں نے عہد کیا تھا

کہ اسلام کی عظمت کو دنیا میں قائم کردوں گا۔ اور خدا تعالیٰ کے نام کو روشن کردونگا۔ ہاں ان دوستوں سے جن کے دل میرے دل سے اور جن کی روحیں میری روح سے اور جنکی خواہشات میری خواہشات سے اور جن کے ارادے میرے ارادوں سے بالکل متحد ہو گئے تھے ہٹتے ہوئے اس شعر کا مضمون ہم پر صادق آتا تھا کہ ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

کیسا اندوہناک تہا۔ کیسا حسرت خیز تہا۔ وہ دل جو اس محبت سے ناآشنا ہے۔ جو مجھے احمدی جماعت سے ہے۔ اور وہ دل جو اس محبت سے ناآشنا ہے۔ جو احمدی جماعت کو مجھ سے ہے۔ وہ اس حالت کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ اور کون ہے۔ جو اس درد سے آشنا ہو جسمیں ہم شریک ہیں۔ کہ وہ اس کیفیت کو سمجھ سکے۔ لوگ کہینگے کہ جدائی روز ہوتی ہے۔ اور علیحدگی زمانے کے خواص میں سے ہے۔ مگر کون اندہے کو سورج دکھائے۔ اور بہرے کو آواز کی دلکشی سے آگاہ کرے۔ اس نے کب للہ اور فی اللہ محبت کا مزہ چکھا کہ وہ اس لطف اور اس درد کو محسوس کرے۔ اس نے کب اس پیالہ کو پیا کہ وہ اس کی مست کردینے والی کیفیت سے آگاہ ہو۔ دنیا میں لیڈر بھی ہیں۔ اور ان کے پیرو بھی۔ عاشق بھی ہیں۔ اور ان کے معشوق بھی۔ محب بھی ہیں اور ان کے محبوب بھی۔ مگر

ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است

کب انکو اس ہاتھ نے تاگے میں پرویا جس نے ہمیں پرویا۔ آہ! نادان کیا جانیں کہ خدا کے پروئے ہوؤں اور بندوں کے پروئے ہوؤں میں فرق ہوتے ہیں۔ بندہ لاکھ پروئے۔ پھر بھی سب موتی جدا کے جدا رہتے ہیں۔ مگر خدا کے پروئے ہوئے موتی کبھی جدا نہیں ہوتے۔ وہ اس دنیا میں بھی اکٹھے رہتے ہیں۔ اور اگلے جہان میں بھی اکٹھے ہی رکھے جاتے ہیں۔ پھر ان کے دلوں کے اتصال اور ان کے قلوب کی یگانگت پر کسی اور جماعت یا اور تعلق کا قیاس کرنا نادانی نہیں تو اور کیا ہے۔ غرض کہ اس سفر نے اس پوشیدہ محبت کو جو احمدی جماعت کو مجھ سے تھی۔ اور جو مجھے ان سے تھی۔ نکالکر باہر کر دیا۔ اور ہمارے چھپے ہوئے راز ظاہر ہو گئے۔ اور ان کا ظاہر ہونے کا حق بھی تھا

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

اے عزیزو! میں آپ سے دور ہوں مگر جسم دور ہے۔ روح نہیں۔ میرا جسم کا ذرہ ذرہ اور میری روح کی ہر طاقت تمہارے لئے دعا میں مشغول ہے۔ اور سوتے جاگتے میرا دل تمہاری بھلائی کی فکر میں ہے۔ میں اپنے مقصد کے متعلق جہاز میں ہی ایک حصہ کا فیصلہ کر چکا ہوں۔ اور اپنے وقت پر اسکو ظاہر کروں گا۔ مگر میں آپکو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ مجھے جس قدر ہندوستان میں یقین تھا کہ اگر اسلام جیت سکتا ہے تو آپ لوگوں کے ذریعہ سے۔ اب اس سے بہت زیادہ یقین ہے۔ آہ! تم ہی وہ خدا کا عرش ہو جس پر سے خدا تعالیٰ حکومت کر رہا ہے۔ تم کو خدا نے نور دیا ہے۔ جبکہ دنیا اندھیروں میں ہے۔ تم کو خدا نے ہمت دی ہے۔ جبکہ دنیا مایوسیوں کا شکار ہو رہی ہے۔ تم کو خدا تعالیٰ نے برکت دی ہے۔ جبکہ دنیا اس کے غضب کو اپنے پر نازل کر رہی ہے۔ اور کیسا آہ ہو تم خدا کی پاک جماعت ہو۔ تمہارے دل اس کے عرش ہیں۔ آہ! اندھی دنیا کو کیا معلوم ہے۔ کہ جب ایک احمدی ان کے محلہ میں پھرتا ہے۔ تو وہ خدا تعالیٰ کا سورج ہے۔ جو اس کے ظلمت کدہ کو منور کر رہا ہے۔ مگر اندھے کو روشنی کون دکھائے۔ خوبصورت چہرہ بدصورت کے مقابلہ پر ہی زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے۔ اور میں دنیا کو دیکھ کر اس جماعت کی خوبصورتی کو دیکھتا ہوں۔ کاش! لوگ میری آنکھیں لیتے۔ اور پھر دیکھتے۔ کاش! لوگوں کو میرے کان ملتے۔ اور پھر وہ سنتے۔ تب وہ تم میں وہ کچھ دیکھتے جس کے دیکھنے اور سننے کی انہیں امید نہ تھی۔ مگر ہر امر کے لئے ایک وقت ہوتا ہے۔ وہ دن آتے ہیں کہ جب مسیح موعود کی قوت قدسیہ کو لوگ دیکھیں گے۔

کاش! ہم بھی اس دن کو جو خدا کے پہلوان کی فتح کا دن ہوگا۔ دیکھیں۔

اے عزیزو! اب میں اپنے خط کو ختم کرتا ہوں۔ مگر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ صاف کپڑے کی نگہداشت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ میلے پر اور بھی لگ جائے۔ تو اس کا پتہ نہیں لگتا۔ پس اپنے آپ کو صاف رکھو تا قدوس خدا تمہارے ذریعہ سے اپنے قدس کو ظاہر کرے۔ اور اپنے چہرہ کو بے نقاب کرے۔ اتحاد۔ محبت۔ ایثار۔ قربانی۔ اطاعت۔ ہمدردی بنی نوع انسان۔ عفو۔ شکر۔ احسان اور تقویٰ کے ذریعہ سے اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کا ہتھیار بننے کے قابل بناؤ۔ یاد رکھو تمہاری سلامتی سے ہی آج دین کی سلامتی ہے۔ اور تمہاری ہلاکت سے ہی دین کی ہلاکت۔ دنیا تم کو تباہ کرنے کی کوشش کرتی ہے مگر مجھے اس کا فکر نہیں۔ اگر تم خدا کو ناراض کر کے خود اپنے آپکو ہلاک نہ کرلو۔ تو دنیا تم کو ہلاک نہیں کرسکتی۔ کیونکہ خدا نے تم کو بڑھنے کے لئے پیدا کیا ہے نہ ہلاک ہونے کے لئے۔ لکھنے کو تو بہت کچھ جی چاہتا تھا۔ مگر اب ۲ بجنے کو ہیں۔ پس میں اس خط کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے ساتھ بھی ہو۔ اور ہمارے ساتھ بھی۔ امین۔ خاکسار:- **مرزا محمود احمد**
(۲۳ر جولائی)

سلطنت کابل میں احمدی مظلوم

سرزمین کابل میں بعض نہایت مقتدر اور قابل احترام ہستیاں جس طرح ظلم و ستم کا نشانہ بن چکی ہیں۔ اس سے ساری دنیا واقف ہے۔ یہی وہ سرزمین ہے جسے سب سے پہلے افراد جماعت احمدیہ کو خدا تعالیٰ کے مقدس دین کی خاطر اور اس کے فرستادہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانے کی وجہ سے اپنے خون سے سرخ کرنا پڑا۔ اس طرح شہادت کا جام پینے والے تو پی گئے۔ اور اپنی مظلومی اور بیکسی کے کبھی نہ مٹنے والے نشانات کابل کے چپہ چپہ پر ثبت کر گئے۔ لیکن افسوس کہ انہیں کافی نہیں سمجھا جا رہا۔ اور آئے دن بیچارے احمدیوں پر مشق ستم کی جاتی ہے۔ پچھلے دنوں جب خوست میں بغاوت پھوٹی تو اس شورش میں بھی احمدیوں کو ہدف جفا کاری بننا پڑا۔ اور انہیں جانی اور مالی مصائب میں مبتلا کیا گیا۔ اسکو اگر عوام کے جاہلانہ اور وحشیانہ جوش و غضب کا نتیجہ قرار دیا جائے۔ تو اس کے متعلق کیا کہا جائیگا کہ خاص دارالسلطنت کابل میں بعض احمدیوں کو محض احمدی ہونے کی وجہ سے طوق و سلاسل میں جکڑ دیا گیا۔ اور انہیں اپنے عقائد بدلنے پر مجبور کیا گیا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں خبر آئی تھی کہ ایک احمدی نے قید خانہ کے مصائب و آلام کو برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور قید کرنیوالوں پر ثابت کر گیا کہ تمہارے ظلم اور تمہاری سختیوں کی رسائی صرف جسم تک محدود ہے۔ میری روح تاریک سے تاریک اور خطرناک سے خطرناک جیل خانہ میں بھی آزاد ہے۔ اسے گرفتار کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ اور لو اب وہ اپنے اصل مقام کی طرف پرواز کر گئی ہے۔ اگر تمہیں ہمت ہے۔ تو پکڑ لو۔

اب تازہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ایک احمدی جس کا نام نعمت اللہ خان ہے صرف احمدیت کی وجہ سے زندان کابل میں ڈالدیا گیا ہے۔ ایک مسلمان کہلانے والی حکومت میں لا اکراہ فی الدین کی اس طرح صریح طور پر خلاف ورزی جس قدر بھی قابل افسوس ہو سکتی ہے محتاج بیان نہیں۔ اس کے متعلق محکمہ امور عامہ قادیان کی طرف سے حسب ذیل تار افغانستان کے کونسل جنرل مقیم شملہ کو دیا گیا۔

"اطلاع موصول ہوئی ہے کہ نعمت اللہ خان احمدی کو کابل میں صرف احمدی ہونے کی وجہ سے قید کر دیا گیا ہے۔ اگر یہ معاملہ ایسا ہی ہے تو ہم پرزور مگر نہایت ادب سے سلطنت کابل کے با اختیار حکام کے اس فعل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ مذہبی آزادی کے اصل کے بالکل خلاف ہے۔ اور ہم ادب کے ساتھ ہز میجسٹی امیر کابل کی حکومت سے درخواست کرتے ہیں کہ اس غلطی کی اصلاح کر کے نعمت اللہ خان کو آزاد کیا جائے اور اس طرح احمدی جماعت کو جسکی تعداد کئی لاکھ پر مشتمل ہے۔ اور دنیا کے تمام حصول میں پھیلی ہوئی ہے۔ شکر گذاری کا موقع دیا جائے۔

اس کا حسب ذیل جواب موصول ہوا ہے:-

"محترم اڈیشنل سکرٹری اتحاد احمدیہ - قادیان۔
تلگرام محترم راجع بحبس نعمت اللہ خان احمدی در کابل واصل گردید جواب می نگارم۔ خیلے متاسفم کہ نمی توانم خبرے مزبور را تصدیق نمائم۔ از آنرو مطلب از مرکز استفسار شد البتہ جوابیکہ برسد بشما خبر دادہ خواہد شد۔ زیادہ مصدع نمی شود" جس کا مطلب یہ ہے:-

تار جو نعمت اللہ خان احمدی کے کابل میں قید ہونے کی نسبت تھا مجھے مل گیا ہے۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں مذکورہ خبر کے متعلق علم نہیں رکھتا اس لئے تصدیق نہیں کرسکتا۔ اس بات کی نسبت مرکز سے دریافت کیا گیا ہے۔ جب جواب آئیگا اس سے اطلاع دیجائیگی۔

کاش! حکومت کابل سمجھ سکے کہ احمدیوں جیسی وفادار اور امن پسند

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا سفر یورپ

جہازی چٹھی یا جہازی چٹھی

بمبئی سے عدن تک کے حالات

آج ۲۲ر جولائی ۱۹۲۴ء کو عرب کے سمندر کے سامنے تختہ جہاز پر بیٹھا ہوا میں یہ خط برادران ملت کے لئے لکھ رہا ہوں۔ جس طرح سمندر میں بے انتہا چھوٹی بڑی موجیں اٹھ رہی ہیں۔ ٹھیک وہی کیفیت مرے دل و دماغ کی ہے۔ اس سفر کے مختلف مناظر اور کیفیتیں میرے سامنے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ ایک خوبی رکھتی ہے اور جی چاہتا ہے۔ کہ احباب اس چھوٹی سی چھوٹی مسرت اور لطف میں بھی شریک ہوں۔ جو میں نے اٹھایا ہے۔ مگر یہ خط نہ تو اس کا متحمل ہے۔ اور نہ میری طبیعت میں ابھی وہ قوت اور قابو ہے۔ اس لئے میں کوائف سفر کو شاید بہت ہی مختصر لکھ جاؤں۔ مگر ان حالات کو انشاء اللہ کسی قدر تفصیل سے لکھنے کی کوشش کروں گا۔ جو کسی نہ کسی پہلو سے ہمارے آقا و امام کے ان جذبات کے اظہار سے وابستہ ہیں۔ جن سے آپ کے اس تعلق اور رشتہ کا پتہ چلتا ہے۔ جو آپ کو اپنی جماعت سے ہے۔ یا ان اغراض اور مقاصد مہمہ کا علم ہوتا ہے۔ جو سلسلہ کی تبلیغ و اشاعت اور حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے نام کو آفاق میں پہونچانے کے بارے آپ کے پیش نظر ہیں ؎

ورود بمبئی

جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ ۱۴ر جولائی ۱۹۲۴ء کو ۵ بجے کے بعد جی آئی پی ریلوے کے وکٹوریہ سٹیشن پر آپ معہ خدام پہونچے۔ سٹیشن پر حیدر آباد۔ سکندر آباد۔ سورت۔ ایچ پور۔ مالابار اور بمبئی کی جماعتیں موجود تھیں۔ جس اخلاص اور عقیدت کے ساتھ احباب نے خیر مقدم کیا اس کا اظہار الفاظ نہیں کر سکتے۔ آپ نے پہلے سے فرما دیا تھا۔ کہ احباب کو مطلع کر دیا جاوے۔ کہ میں مصافحہ کر کے کک کے دفتر کو جاؤں گا۔ چنانچہ مصافحہ اور فوٹو کے بعد آپ معہ مولوی رحیم بخش صاحب۔ ذوالفقار علی خانصاحب اور خاکسار کک بلڈنگ میں چلے گئے۔ اور سات بجے کے بعد بعد تک وہاں کے کاروبار سے فارغ ہوئے۔ کک کا دفتر اسی مقصد کے لئے اس وقت تک کھلا رکھا گیا تھا۔ اگرچہ تجارتی نقطہ نگاہ سے کک کمپنی کا یہ ایک معمولی فعل ہو۔ مگر ایک یورپین اوقات کی پابند کمپنی کے لئے غیر معمولی طور پر دفتر کو کھلا رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ اور میں اس وقت دیکھتا تھا۔ کہ وہ خادموں کی طرح آپ کے ارشادات کی تعمیل میں مصروف تھے۔

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

قادیان سے روانگی کے وقت خیال نہیں گو نہ یقین تھا۔ کہ بمبئی میں کافی وقت ملے گا۔ اور ضروریات سفر وہاں سے خرید لی جائیں گی۔ اور اسی لئے پروگرام میں جو راستہ اختیار کیا گیا [illegible] جلد پہونچانے والا تھا۔ لیکن جیسا کہ احباب کو معلوم ہے۔ اس راستہ سے جا نہ سکے۔ اور تنگ وقت پر پہونچے۔ اور جہاز کے متعلق جو خیال تھا۔ کہ قریب بہ عصر روانہ ہوگا۔ وہ بھی غلط نکلا۔ اور جہاز ۸½ بجے ۱۵ر جولائی ۱۹۲۴ء کو روانہ ہونے والا تھا۔ اس لئے وقت نہایت تنگ اور سفری ضروریات کافی وقت کی داعی تھیں۔ اس لئے اس عجلت میں سچ تو یہ ہے۔ کہ سامان سفر بالکل نہ ہو سکا۔ ادھر حضرت کی مصروفیت بے حد تھی۔ پچھلی راتوں سے بھی آپ جاگتے ہی آ رہے تھے۔ اور یہاں بھی یہی مرحلہ پیش آیا۔ الغرض صبح کو ۲ بجے تک کوئی انتظام [illegible] تھا۔ اور ہم کو سات بجے بندرگاہ پر پہونچنا ضروری تھا۔

خدا کی تائید

قادیان سے ہی ایسے اسباب پیش آتے گئے۔ کہ وقت پر پہونچنا اور روانہ ہونا مشکل نظر آتا تھا۔ مگر ہر موقعہ پر خدا تعالےٰ نے آپ ہی غیب سے سامان اور آسانیاں پیدا کر دیں۔ ہم وقت مقررہ کے بعد پہونچے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مولوی رحیم بخش صاحب۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور خاکسار عرفانی کو جہاز پر سوار ہونے میں وقت ہی نہیں بلکہ قریباً ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ ڈاکٹری معائنہ کے لئے بعض مشکلات پیدا ہوئیں۔ آخر خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے اس مرحلہ کو حل کیا۔ اور پھر چوہدری صاحب اور رحم دین کے متعلق بھی مشکل آئی۔ کیونکہ ان کے ٹکٹ نہ خریدے تھے۔ خدا خدا کر کے یہ سب مراحل طے ہوئے۔ اور ہم سوار ہو گئے۔ اسوقت کا منظر عجیب اور موثر تھا۔ شاعر کا تخیل اور مصور کی قلم ان کیفیات کو ظاہر نہیں کر سکتی۔

بمبئی سے روانگی

بمبئی کے ساحل پر جماعت باچشم پرنم کھڑی تھی۔ اور افریقہ جہاز کے تختہ پر احمدی جماعت کا محبوب آقا اپنے خدام کو لیکر خدا حافظ کہنے کو تھا۔ امید۔ توکل علی اللہ۔ اولوالعزم عظیم کے خطرات۔ جماعت سے جسمانی بُعد اور علیحدگی دگو آتی ہی (کیوں نہ ہو) سلسلہ کی ضروریات اور نظم و نسق کے خیالات مل کر جو کیفیتیں پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ آپ کے چہرہ سے عیاں تھیں۔ انسانی جذبات پر کسی قدر بھی حکومت ہو ضبط پر کتنا بھی اقتدار ہو۔ آخر اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے ایسی حالت میں جب کہ دو پیارے جدا ہوتے ہیں۔ انسان کی جو حالت ہوتی ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ آپ اس کیفیت اور جذبہ سے خالی نہ تھے۔ لیکن اس وقت اس جذبہ کا اظہار ہوا جو والذین آمنوا اشد حباً للہ میں بیان ہوا ہے۔ جماعت سے علیحدگی کا ایک فکر اور غم آپ کے قلب پر تھا۔ اور سلسلہ کی محبت [illegible] رشتہ داروں اور عزیزوں کی محبت کے جذبات ایک طرف تھے۔ جماعت کے وہ نمائندے جو ساحل سمندر پر کھڑے ہوئے کل جماعت کے جذبات کی ترجمانی اپنی آنکھوں اور چہروں سے کر رہے تھے وہ اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتی تھیں۔ مگر اس وقت ہم نے وہ کچھ دیکھا۔ جو خدا کی محبت میں خمیر شدہ ایمان کے سوا نظر نہیں آتا۔ ان تمام کیفیتوں کا اثر دعا کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اور آپ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ اور اور اس کے ساتھ ہی جماعت نے اپنے ہاتھ رب العزت کے حضور [illegible] کیا اثر تھا۔ اور اس قلب میں کیا کیفیت تھی۔ کہ ایک بجلی سی کوندی۔ جس نے تختہ جہاز پر اور ساحل پر کھڑے ہوئے بھائیوں کی آنکھوں میں ایک رو پیدا کر دی۔ جوں جوں دعا میں وقت لمبا ہوتا تھا۔ قلوب رب العرش کے حضور خشوع اور خضوع کے ساتھ پانی ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ جہاز کی روانگی کا وقت گذر لگا۔ مگر افسران جہاز پر بھی ایسی محویت تھی۔ کہ وہ نہ دعا کو ختم کرنے کے لئے کہہ سکتے تھے۔ اور نہ جہاز روانہ کر سکتے تھے۔ آخر آپ نے دعا ختم کی۔ اور دعا کے ساتھ آسمان سے ترشح شروع ہوا۔ جسے میں اس دعا کی قبولیت کا نشان سمجھتا ہوں ؎

خدا ہی پر بھروسہ کرو

اس عملی حالت نے یہ سبق دیا کہ انسان ہر حال میں خدا تعالےٰ ہی کی مدد اور رحم کا محتاج ہے۔ اور بتایا۔ کہ انسانی جذبات جب تک خدا تعالےٰ کی مشیت اور رضا کے ماتحت نہ ہوں۔ وہ کچھ چیز نہیں۔ ہر کوفت اور غم کے وقت جو چیز انسانی قلوب کو مطمئن کر سکتی ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ ہی کا فضل ہے۔ جو دعاؤں سے نازل ہوتا ہے۔

آپ نے جماعت کو بتایا۔ کہ میرا کام اس سفر میں دعاؤں کے ذریعہ تمہاری روحانی تربیت ہوگا۔ ایسے حال میں کہ میں تم سے الگ ہو رہا ہوں۔ اور خدا ہی کے لئے الگ ہو رہا ہوں

جب کہ تمہارے خطوط اور تاریں بھی دنوں اور ہفتوں کے بعد پہونچ سکتے ہیں میں قریب خدا کے حضور تم سب کے لئے دست بہ دعا ہوں۔ اس لئے تمہارے افکار و محبت کے جذبات کے ماتحت اس عارضی جدائی کی وجہ سے خواہ کیسے بھی ہوں۔ مگر میرا خدا میرے ساتھ ہے۔ اور میں اس کو تمہارے لئے پکارتا رہوں گا۔ اور یہ بھی کہ میں آخر ایک آدم زاد ہوں۔ سلسلہ کے افکار۔ دنیا میں خدا کے اس پیغام کو پہونچانے کا غم مزید برآں میری صحت کمزور ہیں ان مہمات عظیمہ میں دعاؤں ہی کی مدد چاہتا ہوں۔ آؤ ہم دعاؤں سے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اس بہر دعا کو یاد رکھنا۔ کہ یہ ایک گر ہے نصرت الہٰی کے جذب کا *

حضرت خلیفۃ المسیح کی محبت جماعت سے

ہم نے دعاؤں کے ساتھ ایک دوسرے کو رخصت کیا۔ السلام علیکم اور خدا حافظ کے نعروں سے فضا گونجی۔ ایک طرف ہوا میں رومال اڑ رہے تھے۔ اور ہاتھ سے الوداع کہا جا رہا تھا۔ دوسری طرف خدا حافظ اور السلام علیکم کی صدائیں تھیں۔ جو مادیات کے سمندر کو حرکت میں لا رہی تھیں۔ لوگوں کو حیرت تھی۔ اور خصوصاً دور اور ناواقف لوگوں کو اگر حیرت نہ ہو۔ تو کیا ہو۔ تختہ جہاز پر ایک خاص کیفیت محسوس ہوتی تھی آپ کی حالت اس وقت قابل نظارہ تھی۔ جہاز ایک چھوٹی دخانی کشتی کے ذریعہ حرکت دیا جا رہا تھا۔ جماعت کے لوگ کنارے پر کھڑے تھے۔ حضرت دل میں دعا کر رہے تھے۔ پھر یکبارگی آپ کو جوش آیا۔ اور آپ نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے انسانی جذبات کا اثر آپ کی آنکھوں سے نمایاں ہو گیا اور پرنم آنکھوں کے ساتھ آپ نے دعا کی۔ اور بڑی دعا کی۔ جماعت کے وہ لوگ جو اس وقت ساحل سمندر پر تھے۔ خصوصاً اور تمام جماعت مبارکباد کے قابل ہے۔ کہ اس کے حق میں حضرت امام نے اس وقت خاص طور پر دعا کی۔ وہ دعا معمولی دعا نہ تھی بلکہ اس دعا میں وہ جوش وہ کرب اور اضطراب ملا ہوا تھا۔ جو قبول ہونے والی دعا کے اجزا لازمہ ہیں *

آپ دیر تک دعا کرتے رہے۔ دعا کے بعد ایک اور عالم آپ پر طاری ہوا۔ جہاز کی حرکت کے ساتھ جماعت کے لوگ جدھر سے قریب ہوتے آپ دوڑ کر ادہر ہوتے۔ اور اپنے قریب پاکر پھر دعا کرتے۔ آپ کا اس وقت ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر دوڑنا ایک کیفیت پیدا کرتا تھا۔ ماں کی محبت میں بیشک ایسے جذبات کا اثر ہو سکتا ہے۔ وہ ماں جو اپنے بچے سے الگ ہو۔ اور اس کے اور اس کے بچہ کے درمیان کوئی چیز ایسی حائل ہو جاوے جو اس تک پہونچنے نہ دے۔ اسی کیفیت کا اندازہ کرو۔ جہاز کی حرکت کے ساتھ آپ ادھر سے ادھر ہوتے تھے۔ اعتقادی بوقت کے ذریعہ حاضرین پر اثر ڈال رہے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ ساحل پر کھڑے ہوئے احباب بھی اس حرکت کے ساتھ ادہر سے ادہر ہونے لگے *

ایک حقایق سے ناآشنا اس کو محض عقیدت کا نتیجہ کہے گا۔ مگر میں ایک یقین اور بصیرت سے کہتا ہوں۔ کہ کوئی چیز اندر ہی اندر حرکت دی جاتی تھی۔ ساحل کے احباب دوڑتے ہوئے دوسری گودی پر آرہے تھے۔ ان کی بے اختیاری اس کیفیت کو ظاہر کرتی تھی۔ کہ وہ خود نہیں بلکہ کھینچے چلے آرہے ہیں۔

محبت کے جذب و کشش کی اس زبردست قوت کو ہر شخص سمجھ بھی نہیں سکتا۔ آخر جہاز نے ہم کو دوستوں کی اور دوستوں کو ہماری نظروں سے تو غائب کر دیا۔ مگر اس کیفیت کے اثر دماغ اور دل پر مستولی تھے۔ اور ان اثرات نے باوجود جسمانی بعد کے انہیں اور بھی قریب کر دیا اس وقت حضرت نے فرمایا۔ ایک چھوٹی سی لاسلکی ہوتی۔ جس سے میں السلام علیکم کہتا۔ اور جماعت والے اس کے ذریعہ سے وعلیکم السلام کہتے *

بے شک اس وقت حضرت امام کے پاس وہ لاسلکی نہ تھی۔ جو مارکونی نے ایجاد کی ہے۔ مگر وہ لاسلکی تھی اور ہے۔ اور رہے گی۔ جو دل را بدل رہے است کی مصداق ہے۔ حضرت کا یہ ارشاد یقیناً ہر قلب پر اپنا اثر اور پرتو ڈال رہا تھا۔ اور السلام علیکم کا تبادلہ کر رہا تھا۔ میں ہر اس دوست سے پوچھتا ہوں۔ جو اس چٹھی کو پڑھ رہا ہے۔ کہ کیا اس کا قلب حضرت امام کے السلام علیکم کی صدا کو محسوس نہیں کرتا *

لاسلکی ہو یا نہ ہو۔ آواز آئے یا نہ آئے۔ تاثیری کیفیت پیدا ہو یا نہ ہو۔ مگر یہ خواہش کسی چیز کا اظہار کرتی ہے۔ کہ وہ اپنی جماعت کی سلامتی کا کس قدر متمنی اور دلدادہ ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے۔ جو جماعت کی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ کہ اس کے امام کے دل میں اس کے لئے کیا تڑپ اور جذبہ ہے۔ غرض ان جذبات کے ساتھ ہمارے امام نے جماعت کو خدا حافظ کہا۔ اور عرب کے پانیوں پر افریقہ نامی جہاز نے حرکت شروع کی *

ایک قلی سائل کا واقعہ

میں ایک قلی سائل کے واقعہ کو بھی کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا۔ حضرت جہاز میں اپنے کیبن وجحرہ میں تشریف لے جا رہے تھے۔ اور خاکسار عرفانی اور خانصاحب ساتھ تھے۔ ایک قلی برنگ سائل پیش ہوا۔ اور کچھ مانگا۔ جہاز کے ایک افسر نے جو اس قسم کے لوگوں سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ اسکو گردن سے پکڑا اور دھکے مارتا ہوا باہر لایا۔ حضرت کو اس سلوک نے بے قرار کر دیا۔ اور آپ اس کے پیچھے دوڑے۔ جہاز کے قانون کو مدنظر رکھ کر اس افسر کو تو کچھ کہہ نہ سکتے تھے۔ آگے آگے وہ مارتا ہوا لئے جا رہا تھا۔ اور پیچھے پیچھے آپ دوڑتے چلے جا رہے تھے۔ اور جب تک اسے جا کر کچھ دے نہ لیا۔ صبر نہیں آیا *

صاحب خلق و احسان کی نظیر

اسی واقعہ نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرۃ کے ایک واقعہ کو یاد دلا دیا۔ اور میں عرصہ تک اس سے لطف لیکر اپنے ایمان کو بڑھاتا رہا۔ حضرت کی وحی میں حضرت خلیفۃ المسیح کیلئے یہ بھی آیا ہے۔ کہ خلق و احسان میں میرا نظیر ہوگا۔ اور واقعات نے ہمیشہ اس کی تصدیق کی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت کے پاس ایک سائل آیا۔ اور حضرت نے اسکو کچھ دینے کا ارادہ فرمایا۔ مگر پھر جا کر بھول گئے۔ اور وہ بھی ادہر ادھر غائب ہو گیا۔ آپ کو بہت تکلیف اور احساس ہوا۔ بار بار اس کی تلاش کیلئے فرماتے۔ آخر خدا خدا کر کے وہ کہیں سے آگیا۔ اور حضرت نے اسکا حصہ اسے دیدیا۔ تب آپ کو اطمینان ہوا *

جس طرح پر حضرت کو اس سائل کے لئے بیقراری تھی۔ آپ کو بھی تھی جب تک اس کو کچھ دے نہیں لیا۔ دل مطمئن نہیں ہوا۔ روانگی جہاز کے ساتھ ساحل پر جو سائل موجود تھے۔ انہیں نے بھی کسی کے سوال کو آپ نے رد نہ فرمایا۔ جہاز کی حرکت کے ساتھ ساتھ جو جیب میں سے ہاتھ آیا پھینکے گئے *

خادم محمود کی یاد

اسی اثنا میں یکایک مجھ سے پوچھا۔ کہ کیا محمود کو تار دیدیا۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا دریافت کرو کہ جہاز میں وائرلیس ہے۔ اگر ہے۔ تو ابھی تار دیا جاوے مگر بعد میں معلوم ہو گیا۔ کہ مجھ کو تار دلیتی عبدالغنی صاحب کو جو ایک زمانہ میں دفتر نظارت دعوۃ و تبلیغ میں کلرک تھے۔ اور اب مصر سے ہو کر آئے ہیں۔ دیدیئے ہیں۔ کہ جہاز روانہ ہونے کے بعد دیدیے انہیں میں آپ کا وہ پیام بھی ہے۔ جو ساحل عدن سے دیا ہے *

محمودؐ کی یاد نے میرے قلب میں شکر گزاری اور محبت کے جذبات کو ایک بار اور جنبش دی۔ کہ جس قوم کو ایسا آقا اور سردار ملا ہو۔ اس کے خوش قسمت ہونے میں کیا شبہ ہے۔ حضرت کی پہلی کیفیت کو خود دیکھ چکا تھا۔ اس آواز نے مجھے بے خود کر دیا۔ اور میں چیخ مار کر رو پڑا۔

ساحل سمندر سے پیغام

اس خط کی اشاعت سے پہلے وہ پیغام جو ۱۵ر جولائی ۱۹۲۷ء کو بمبئی سے روانگی جہاز کے بعد دیا گیا تھا جماعت پڑھ چکی ہے۔ اس کے الفاظ جو درد اور کرب کا اثر رکھتے ہیں۔ وہ الفاظ نہیں بیان کر سکتے۔ جماعت کے لئے جو تڑپ آپ کے قلب میں ہے۔ اس کا احصا نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہی چیز ہے۔ کہ جو ہمارے غموں اور کوفتوں کو دور کرتی ہے۔ کہ ہم دردمند دل والے آقا کے غلام ہیں۔ اور باوجودیکہ ہم اس کی غلامی پر ناز اور فخر کرتے ہیں۔ وہ ہم کو غلامی کے مقام سے اٹھا کر اخوت اور خلت کے مقام پر لے جاتا ہے۔

اس پیغام کو پڑھو۔ اور پھر پڑھو۔ کہ اس میں معرفت کا ایک گہرا راز ہے۔ اور تمہاری ترقیوں کی ایک کلید ہے۔ جو دی گئی ہے۔ خدا کرے کہ ہم میں وہ روح پیدا ہو جائے۔

اصل مقصد کی طرف رجوع

میں کدھر چلا گیا۔ ذوق سخن مقصد سے دور لے گیا۔ جہاز کے متحرک ہو جانے کے بعد آپ نے اپنے کیبن کو جا کر دیکھا۔ اور اس کے قفل وغیرہ کو کھول کر لگا کر خوب سمجھ لیا۔ پھر دوسرے احباب کے کمروں میں گئے اور رفقیاں ڈیک کی جگہ کو دیکھا۔ اور اپنے کمرہ میں تشریف لے گئے۔ اس عرصہ میں جہاز میں طوفانی کیفیت شروع ہو گئی تھی اور چودہری محمد شریف اور میاں شریف احمد صاحب پر جہازی بیماری کا اثر ہو چکا تھا۔ خود حضرت کو بھی متلی ہوئی۔ مگر پورے استقلال سے آئے۔ اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔ کہ مجھے بھی متلی ہوئی ہے۔ اس وقت خاکسار عرفانی بھی شریک احباب ہو چکا تھا۔ غرض پے بعد دیگرے اثر ہونے لگا۔ اور سوائے چودہری فتح صاحب اور بھائی عبد الرحمٰن صاحب کے سب شکار ہوئے۔ چودہری علی محمد صاحب پر بھی کم اثر ہوا۔ اور پھر تو جو حالت ہوئی۔ وہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اب تندرست ہونے کے بعد جو حالات معلوم ہوئے ہیں۔ وہ ہمیں بہت ہی قابل رحم بنا دیتے ہیں۔ اور مکرمی شیخ عبد الرحمٰن صاحب نے جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ اس حقیقت کو آشکار کرتا ہے۔

ممکن ہے۔ بہتوں کو ہمارا یہ سفر بہت ہی قابل رشک معلوم ہو۔ اور اس میں کیا شک ہے۔ کہ قابل رشک تو ہے ہی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح کے ایک عظیم الشان تاریخی سفر میں ہم کو عزت شرکت نصیب ہوئی ہے۔ اور خدا کی رضا کے لئے یہ سفر کیا گیا ہے۔ لیکن میں جس حیثیت سے کہتا ہوں۔ وہ عجائبات سفر کے لحاظ سے ہے۔ ہر شخص کی خواہش ہوتی ہے۔ کہ وہ دنیا کی سیر و سیاحت کرکے اک لطف اٹھائے اس حیثیت سے ممکن ہے۔ بعض کے لئے قابل رشک ہو۔ لیکن اگر وہ اس منظر کو دیکھے۔ جو ہم نے دیکھا۔ اور اس حالت میں سے گذرے جس میں سے ہم گذرے۔ تو یقیناً سعدی کے ہم نوا ہو کر کہے۔

سلامت بر کنار است

اس تکلیف اور کرب کے وقت بے اختیار یہ شعر ہمارے منہ سے نکلتا تھا۔

کجا دانند حالِ ما سبکساران ساحلہا

سمندر کی حالت ایسی متلاطم تھی۔ کہ کپتان جہاز سے جب دریافت کیا جائے۔ کہ کب عدن پہنچیگا۔ تو ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف منہ کرکے کہہ دیتا۔ خدا ہی جانتا ہے۔ خطرہ عظیم تھا۔ مگر باوجود اس خطرہ کے اور باوجود اس حالت کے ہم نہیں جانتے۔ کہ وہ کیا چیز تھی۔ جس نے دلوں پر ایک سکینت نازل کر رکھی تھی۔ اور وہ حضرت کی معیت کا پرتو تھا۔

غرض ہم تو بے دست و پا پڑے رہے۔ اور یہاں تک کہ اپنے قیام سے اٹھ کر پیشاب کے لئے بھی نہ جا سکتے تھے۔ ان ایام علالت و مجاہدہ جہازی میں بھائی عبد الرحمٰن صاحب قادیانی چودہری فتح محمد صاحب ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب اور چودہری علی محمد صاحب کی ہمدردی اور خدمتگذاری ایک گہرا نقش قلب پر چھوڑ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ انہوں نے اپنے آرام کو قربان کرکے ہم بیماروں کو آرام پہنچایا۔ ان کی اس ہمدردی سے بھی بالاتر ایک چیز تھی۔ اور دراصل اسی کا اثر اور رنگ تھا۔ کہ ایسے [illegible] پیدا کر دے۔ اور وہ جہاز کی تو یہ حالت تھی۔ کہ بالکل نفسی نفسی کا معاملہ ہر جگہ نظر آتا تھا۔ یہ خود ایثار کی روح اسی جماعت کے افراد میں نمایاں تھی۔ اور وہ خود حضرت کی ہمدردی تھی۔ آپ فرداً فرداً ہر ایک کی عیادت فرماتے۔ اور ہر طرح تسلی و اطمینان دلاتے تھے۔ اور بھی ایک چیز تھی۔ جو اسباب کے ماتحت ہمیں زندہ کئے ہوئے تھی۔ ورنہ ہم میں اور مردوں میں بظاہر کوئی فرق سانس چلنے کے سوا نہ تھا۔ اور دن بدن حالت خراب ہوتی گئی۔ اسی حالت کی اطلاع بذریعہ تار قادیان بھیجی گئی۔ سمندر کی طوفانی حالت ایسی مخدوش تھی۔ کہ جہاز کی رفتار بہت ہی کم کر دینی پڑی۔ اور گو جہاز جو ایسے طوفانی موسموں کا عادی اور خوگر ہوتا ہے۔ اور زبان حال سے کہتا ہے۔

ترا ہست بار از طوفان چہ باک

وہ بھی بیمار ہو گیا۔ اور جہاز والوں کو ضرورت پیش آئی۔ کہ خواستگار مدد ہوں۔ حضرت کے منشار کے ماتحت بھائی جی نے عزم لیا تھا۔ کہ مدد کریں گے۔ مگر خدا تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح کی دعاؤں کو سنا۔ اور طوفانی کیفیت سکونی حالت سے تبدیل ہونے لگی۔ اس عرصہ میں حضرت پر جہازی بیماری کے اثر کے ساتھ سردرد اور بخار کا بھی حملہ ہوا گلے کی بھی شکایت تھی۔ مگر آپ اپنی تکالیف کو بھولے ہوئے تھے۔ اور اپنے خدام ہی کے فکر میں تھے۔ اس عرصہ میں آپ نے رفقاء سفر اور جماعت کے لئے بہت دعائیں کی تھیں۔ اب طوفانی کیفیت تبدیل ہونے کے بعد ہم کو ہوش آیا ہے۔ اس عرصہ میں حضرت نے باجماعت نماز کا التزام رکھا۔ ہم کو بھی کل سے یہ دولت نصیب ہو رہی ہے۔

(باقی آئندہ)

آریوں کی غلط بیانیاں

آریہ ہندو پبلک کو دھوکہ دینے کیلئے آئے دن ان فرضی شدہی کی طویل داستانیں ہندو اخبارات میں شائع کرتے رہتے ہیں چنانچہ منتری بہارتیہ ہندو شدھی سبھا "زیر عنوان بھارتیہ ہندو شدھی سبھا کی طرف سے شدھیاں مورخہ ۲۳ جون کے اخبار تیج میں لکھتا ہے۔ "۲۷ جون کو موضع اسپار میں رہنے والے دو آدمیوں کی شدھی لال چندجی ویدی نے کرائی" میں نے اس کے متعلق تحقیقات کرائی ہے۔ ۱۷ جون اور اس کے بعد اب تک کوئی شدھی اسپار میں نہیں ہوئی۔ اور نو مسلم ملکانے دین اسلام پر قائم ہیں۔ پھر مورخہ ۲ اگست کے تیج میں منتری مذکور لکھتے ہیں۔ "۲۳ جون ۱۹۲۷ء کو قبل دوپہر موضع ساندہن کے چار آدمیوں کو شدھ کیا گیا۔ اس کے متعلق میں نے پورے طور پر معلوم کیا ہے۔ لیکن یہی ظاہر ہوا ہے۔ کہ یہ بات ایک فرضی قصہ ہے۔ اگر منتری شدھی سبھا اپنے دعویٰ میں سچا ہے۔ تو ساندہن اور اسپار کے ان آدمیوں کے نام بمعہ ولدیت اور تھوک تحریر کریں۔ لیکن مجھے یقین کامل ہے۔ کہ یہ محض ہندو پبلک کو خوش کرنے کے لئے فرضی کارروائی دکھائی جا رہی ہے۔ امید ہے۔ کہ آئندہ آریہ منتری ایسے افعال قبیحہ سے اپنے آپ کو بچائے گا۔ اور جھوٹ سے بچنے کی کوشش کرے گا۔ والسلام

مرزا شیخ یوسف علی احمدی۔ بی۔ اے قائمقام امیر المجاہدین

اشتہارات کی صحت کے ذمہ وار خود مشتہر ہیں۔ نہ کہ الفضل (ایڈیٹر)

(باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر شائع ہوا)